اقبال اور وحدت اسلامی

رانا غلام شبیر

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

بیسویں صدی عیسوی میں جب ظالم و سفاک استبدادی قوتوں نے ملت اسلامیہ کو ناقابل اندمال صدمات سے دوچار کر دیا اور ان کی مکروہ چالوں نے ملت کو منتشر کر دیا تو اس وقت افکار اقبال کی قندیل نے ظلمت شب میں منزل کی طرف رہنمائی کی۔ اقبال نے مسلمانان عالم کے مسائل کا عمیق مطالعہ کیا اور وحدت اسلامی کا تصور پیش کیا۔ اسلام کا ایک تمدنی قوت کی حیثیت سے ارتکاز (Centralization) وہ عظیم الشان تصور ہے جس کے اعجاز سے اسلام ایک تمدنی قوت کی حیثیت سے نہ صرف زندہ رہا بلکہ نشوونما پائی[1]۔ بادی النظر میں یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہے کہ زمانہ ہر لحہ منقلب ہو رہا ہے۔ اقبال نے زمانے کے انقلابات کو دیکھتے ہوئے ملت اسلامیہ کے مسائل کا حل تجویز کیا۔ انھیں احساس تھا کہ قوموں کی زندگی کن قوتوں کی رہین منت ہے، جب تک قلب اور روح آزادی اور اتحاد کے لئے اپنے اندر تڑپ محسوس نہیں کریں گے، وحدت اسلامی کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا[2]۔ تاریخ گواہ ہے کہ قومیں جب انتشار کا شکار ہو جاتی ہیں تو وہ قعرِ ذلت میں جا گرتی ہیں۔ اس تحت الثریٰ سے نکلنے کی کوئی راہ موجود نہیں ہوتی۔ افراد کی ذہنی زندگی کا ملی شعور سے گہرا تعلق ہے، اور یہی تعلق رفعت میں مقاصد کو ہمدوش ثریا کر دیتا ہے۔ اس کا اظہار عمل اور تخلیق مقاصد کے ذرائع سے ہوتا ہے، اور عمل کی توجیہ تاریخ ہے[3]۔ اقبال نے شہنشاہیت اور استعماریت کو لائق استرداد قرار دیتے ہوئے ملت اسلامیہ کو اس کے مسموم اثرات سے خبردار کیا۔

اقوام جہاں میں ہے رقابت تو اسی سے
تسخیر ہے مقصود تجارت تو اسی سے
خالی ہے صداقت سے سیاست تو اسی سے
کمزور کا گھر ہوتا ہے غارت تو اسی سے

اقبال نے وحدت اسلامی کا جو فقید المثال تصور پیش کیا، اس کی اساس اسلام کے عالم گیر پیغام پر ہے۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم نے خدا کی رسی کو ہاتھ سے چھوڑ دیا اور اس طرح ملت کا شیرازہ بکھر گیا۔ مسلمان ایک امت واحدہ ہیں یاد رکھنا چاہئے کہ ملت یا امت جاذب ہے اقوام کی جو خود کسی قوم میں کبھی جذب نہیں ہو سکتی۔ اقبال نے وحدت اسلامی کو روح انسانی کا جوہر قرار دیا۔ ملت اسلامیہ کا فکری منبع اسلام ہے۔ اقبال نے ملی اتحاد کو عملی زندگی کی بنیاد قرار دیتے ہوئے اس

امر پر زور دیا کہ انسانیت کے شرف اور کاملیت کا انحصار ملی وحدت پر ہے۔ مسلمانوں کے زوال اور جمود کی سب سے بڑی وجہ باہمی اختلافات ہیں۔ باہمی آویزشوں، خونریزیوں اور خانہ جنگیوں نے ہمیں یہ دن دکھائے کہ اسلام کا عملی پہلو ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو گیا اور یہ نکتہ ہم نے فراموش کر دیا کہ اعمال کی وحدت کے بغیر افکار کی وحدت تشنہ تکمیل رہتی ہے[4]۔ وحدت اسلامی کے سلسلے میں اقبال کے افکار اذہان کو ہمیشہ مستنیر کرتے رہیں گے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

"ہمارے ملی اتحاد کا انحصار اس بات پر ہے کہ مذہبی اصولوں پر ہماری گرفت مضبوط ہو۔ جونہی یہ گرفت ڈھیلی پڑی، ہم کہیں کے نہ رہیں گے۔"[5]

اقبال نے اسلامی قومیت کو مروج اور مقبول بنانے کی جدوجہد کی اور وطنی قومیت کو شدت سے ناپسند کیا۔ تاریخی روایات اور ثقافتی ورثے کے اعتبار سے مسلمان ایک قوم ہیں اور قرآن حکیم میں بھی مسلمانوں کے لئے "امت" کے سوا اور کوئی لفظ استعمال نہیں ہوا۔ اسی لئے اقبال نے کہا۔

اسلام ترا دیس ہے تو مصطفوی ہے

ملت واحدہ کا تصور ہی یہ ہے کہ یہ بتان رنگ و خوں کو توڑ دیتی ہے۔ ہر قسم کے لسانی، نسلی اور وطنی تعصبات کا قلع قمع کر دیتی ہے۔ اس کے بعد ایک نیا اور مشترک گروہ منشکل ہوتا ہے جس کی کاملیت اور وحدت ملت کے لئے سرمایہ افتخار ہے۔ اقبال نے اسلامی قومیت کے شعور کو اس طرح اجاگر کیا کہ یہ شعلہ قلب و نظر کی تسخیر کا ضامن بن گیا اور اس کی ضیا پاشیوں سے اکناف عالم کا گوشہ گوشہ منور ہو گیا۔ مغرب کے استحصالی نظام کے شکنجے میں جکڑے ہوئے مسلمانوں کو، اتحاد کی تلقین کرتے ہوئے، اقبال نے جہد و عمل کا پیغام دیا۔ اقبال کی خواہش تھی کہ امت اپنے وجود میں ایک اکائی بنے اور اتحاد کا یہ عمل مسلمانوں کے باہمی اشتراک عمل کا وسیلہ بن جائے[6]۔ نیشنلزم کا مغربی تصور اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔ اقبال نے، اسے مسترد کرتے ہوئے، اس امر پر زور دیا کہ مغربی استعمار کا یہ حربہ نفرت آفریں اور عداوت خیز تصورات کی قبیح شکل ہے۔ ملت اسلامیہ کے لئے یہ انتہائی مضر اور تباہ کن ہے۔ اس کے بجائے انہوں نے وحدت اسلامی کے لئے قومیت کو اسلامی اصولوں پر استوار کرنے کی طرف توجہ دلائی، اور کلمہ توحید اور انسانی اخوت کو قیاس العمل قرار دیا۔ جس کا استحکام نظام رسالت و نبوت نے کیا ہے[7]۔ اقبال نے وحدت اسلامی کو ایسا واحد عملی طریقہ کار قرار دیا ہے جس کے اعجاز سے نوع انسانی سکون قلب اور راحت سے متمتع ہو سکتی ہے۔ وطن کے بارے میں اقبال کے خیالات نہایت واضح ہیں۔

گفتار سیاست میں وطن اور ہی کچھ ہے
ارشاد نبوت میں وطن اور ہی کچھ ہے

اقبال کو مسلمانوں کی پس ماندگی اور اقتصادی زبوں حالی کا شدت سے احساس تھا۔ استبدادی قوتوں کی ریشہ دوانیوں نے مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا تھا۔ مسلمانوں میں یہ احساس بڑھتا جا رہا تھا کہ وہ برابر روبہ انحطاط ہیں[8]۔ ان حالات میں اقبال نے وحدت اسلامی کا جو

تصور پیش کیا' وہ نہ صرف اسلامی تعلیمات کے عین مطابق تھا بلکہ اس کے وسیلے سے ملی اتحاد کی عملی صورت بھی سامنے آئی اور اسلام کے معاشرتی نظام کی تشکیل کے امکانات روشن ہو گئے۔ انہوں نے وحدت اسلامی کو اقتضائے وقت قرار دیتے ہوئے کہا۔

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی
ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار
قوت مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تری
دامن دیں ہاتھ سے چھوٹا تو جمعیت کہاں
اور جمعیت ہوئی رخصت تو ملت بھی گئی!

اقبال کے نزدیک ملت کے ساتھ رابطہ استوار رکھنے میں ہی عافیت ہے۔ ملت افراد کا مجموعہ ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ فرد کے مقابلے میں وہ زیادہ گراں بار ذمہ داریوں کی حامل ہے[9]۔ وحدت اسلامی کا راز توحید پر کامل ایمان اور ایقان میں مضمر ہے۔ اس کے لئے یہ امر ناگزیر ہے کہ فکر و عمل میں اتحاد پیدا کیا جائے تاکہ انتشار و پراگندگی کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا جائے۔ اقبال نے توحید کے وحدانی پہلو پر بہت زور دیا ہے۔

زندہ قوت تھی جہاں میں یہی توحید کبھی
آج کیا ہے' فقط اک مسئلہ علم کلام
روشن اس ضو سے اگر ظلمت کردار نہ ہو
خود مسلماں سے ہے پوشیدہ مسلماں کا مقام
میں نے اے میر سپہ! تیری سپہ دیکھی ہے
قل ھو اللہ کی شمشیر سے خالی ہیں نیام
آہ اس راز سے واقف ہے نہ ملا نہ فقیہ
وحدت افکار کی بے وحدت کردار ہے خام
قوم کیا چیز ہے' قوموں کی امامت کیا ہے
اس کو کیا سمجھیں یہ بیچارے دو رکعت کے امام![10]

وحدت اسلامی کا راز توحید ہی میں مضمر ہے۔ اگر توحید کی نشر و اشاعت کا اہتمام ہو جائے تو ملی وحدت کی راہ میں کوئی رکاوٹ حائل نہیں ہو سکتی۔ یہ توحید ہی ہے جس کے فیض سے ملت اسلامیہ نے کائنات کو اپنے علم و فضل سے آشنا کیا اور قیصر و کسریٰ کے استبداد کا خاتمہ کیا۔

وحدت اسلامی کی جتنی آج ضرورت ہے' اتنی کبھی نہ تھی۔ اس وقت عالم اسلام گوناگوں مسائل کی زد میں ہے۔ اسلام میں قومی وحدت کے بارے میں واضح نصب العین کا تعین کیا گیا ہے۔ اقبال کا مطمح نظریہ تھا کہ اس وقت تک اسلامی وحدت اور قومیت کے بارے میں صحیح شعور اور مثبت انداز فکر اجاگر نہیں کیا جا سکتا جب تک اسلامی تعلیمات سے کامل آگاہی میسر نہ ہو[11]۔ اسلامی

اتحاد کی راہ میں آمریت اور مذہبی عصبیت سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ وحدت اسلامی کی حقیقی روح کو سمجھانے کی غرض سے اقبال نے مسلمانوں کو بڑی دردمندی کے ساتھ مقام محمدیؐ کی طرف توجہ دلائی[12]۔ وہ اتحاد بین المسلمین کے عظیم علمبردار تھے۔ حریت اسلامی اور اخوت اسلامی کے جذبات کو پروان چڑھانے میں ان کی خدمات بہت نمایاں ہیں۔ خدا کو یکتا و یگانہ تسلیم کرنے والی امت کے اتحاد کو یقینی بنانا وقت کی آواز ہے' اور اقبال نے اس نصب العین کو خوب خوب اجاگر کیا ہے۔

اس دور میں مے اور ہے، جام اور ہے، جم اور
ساقی نے بنا کی روش لطف و ستم اور
مسلم نے بھی تعمیر کیا اپنا حرم اور
تہذیب کے آزر نے ترشوائے صنم اور
ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے، وہ مذہب کا کفن ہے
یہ بت کہ تراشیدہ تہذیب نوی ہے
غارت گر کاشانہ دین نبویؐ ہے
بازو ترا توحید کی قوت سے قوی ہے
اسلام ترا دیس ہے تو مصطفوی ہے
نظارہ دیرینہ زمانے کو دکھا دے
اے مصطفوی، خاک میں اس بت کو ملا دے![13]

اقبال نے اپنی شاعری میں ہر قسم کے تعصبات کو لائق استرداد ٹھہرایا۔ وحدت اسلامی سے مراد اقبال کے نزدیک تمدنی و تہذیبی یکجہتی اور مثبت ملی شعور ہے[14]۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال نے اسلامی قومیت کے بارے میں واضح موقف اختیار کرتے ہوئے اسے ملت اسلامیہ کے بہترین مفاد میں گردانا۔ اسلام کا اعزاز و امتیاز یہ ہے کہ یہ دین و سیاست کا ایسا حسین امتزاج پیش کرتا ہے کہ اخلاقی اور روحانی نظام اس سے مزید نکھرتے چلے جاتے ہیں۔ جب یہ تصور فروغ پائے گا تو اقبال کے تصور کی اہمیت کھل کر سامنے آ جائے گی۔ اسلام نے مذہب کے بارے میں کوئی جامد تصور پیش نہیں کیا بلکہ وحدت اسلامی اور انسانی برادری کی یکجہتی کا سرچشمہ عقیدہ توحید ہی ہے[15] جس کی اہمیت مسلمہ ہے۔ قرآن حکیم میں بھی توحید کی اہمیت پر بہت زور دیا گیا ہے۔ سورہ اخلاص میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ: "بتا دو کہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے' نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ کسی سے جنا گیا ہے"

اقبال کا پیغام قرآن حکیم ہی کی حیات آفریں تعلیمات پر مبنی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اسلامی اخوت کا جو پیغام اقبال نے دیا ہے' وہ قرآن کے حقیقی اور ابدی پیغام سے ہمیں آشنا کرتا ہے[16]۔ جب تک مسلمان قوم متحد نہیں ہوتی' لادینی قوتوں کا مقابلہ کرنا انتہائی کٹھن مرحلہ ہے۔ اقبال نے

مسلمانوں کو ایک عالم گیر ملت کی حیثیت سے اقوام عالم کے سامنے پیش کیا۔ اقبال کے ملی شعور اور قومی وحدت کی کوششوں کے بارے میں ممتاز عالم، دانشور اور سابق صدر اسلامی جمہوریہ ایران سید علی خامنہ ای رقمطراز ہیں:

> "اقبال ایک عظیم شاعر ہیں۔ وہ ایک عظیم مصلح اور حریت پسند ہیں۔ اور اگرچہ حریت پسندی اور سماجی اصلاح میں اقبال کا رتبہ بہت زیادہ اہم ہے لیکن اقبال کو صرف سماجی مصلح نہیں پکارا جا سکتا کیونکہ اسی برصغیر میں اقبال کے ہم عصروں میں کچھ ہندو اور مسلمان لوگ ہندوستان کے سماجی مصلح مانے جاتے ہیں جن میں سے اکثر کو ہم پہچانتے ہیں" [17]۔

اس سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اقبال، شاعر اور مصلح کے علاوہ اور بہت سی صلاحیتوں سے بھی متمتع تھے اور یہ بات بلا خوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ انہوں نے ملت اسلامیہ کی شکستہ کشتی کو ساحل مراد تک پہنچانے کے سلسلے میں جو خدمات انجام دیں، ان کے اعجاز سے اقبال، ملت اسلامیہ کا اقبال بن گئے۔ اقبال نے وحدت اسلامی کے سلسلے میں روایات کی حیات بخش اور زندہ اقدار کی اس طرح ترجمانی کی کہ انسانی وقار اور آزادی کو نیا جذبہ اور تڑپ نصیب ہوئی۔ ان کی شاعری میں ملت کے ساتھ والہانہ محبت کے جذبات کو نئی تابندگی نصیب ہوتی ہے۔ علاقائی، لسانی اور فرقہ وارانہ تعصبات کے خلاف اقبال کی آواز ایک ایسے رویے کی مظہر ہے جس کے ذریعے سے عوام، قوم، ملت، وطن حتیٰ کہ پوری کائنات اور انسانیت سے ان کا تخلیقی رشتہ واضح طور پر سامنے آتا ہے۔ انہوں نے وحدت اسلامی کی خاطر ظلم کے خلاف حرف صداقت لکھ کر حریت فکر کا اعلیٰ معیار پیش کیا۔

ہے کس کی یہ جرات کہ مسلمان کو ٹوکے
حریت افکار کی نعمت ہے خداداد
چاہے تو کرے کعبے کو آتش کدہ پارس
چاہے تو کرے اس میں فرنگی صنم آباد
قرآن کو بازیچہ تاویل بنا کر
چاہے تو خود اک تازہ شریعت کرے ایجاد
ہے مملکت ہند میں اک طرفہ تماشا
اسلام ہے محبوس، مسلمان ہے آزاد!

اقبال نے ریاستی جبر، مذہبی جبر اور معاشرتی جبر کے ہر انداز کو لائق استرداد ٹھہرایا کیونکہ جبر کی یہ قبیح صورتیں ملت اسلامیہ کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کا سبب بن رہی ہیں۔ فقیہان حرم کا منفی کردار اقبال کے نزدیک ہمیشہ ناپسندیدہ رہا ہے کیونکہ ان کی محدود سوچ نے مذہب کو چیستان بنا دیا اور وسیع القلبی عنقا ہوتی چلی گئی۔ حضور ختم المرسلینؐ کا اسوہ حسنہ ہمارے سامنے ہے۔ آپؐ نے ملت اسلامیہ کو اتحاد اور یک جہتی کا درس دیا، مگر المیہ یہ ہوا کہ جب ذاتی مفادات قومی مفاد پر غالب آ گئے تو

ملت کا شیرازہ بکھر گیا۔ محمد بن قاسم جب برصغیر میں آیا تو بدھ مذہب کے پیروکاروں نے مسلمانوں سے تعاون کیا[18]۔ یہ ملی یک جہتی اور اسلام کی اعلیٰ اخلاقی اقدار کا اعجاز تھا کہ فرسودہ مقامی تہذیب کی جگہ ایک نئی تہذیب و ثقافت کو پروان چڑھنے کا موقع ملا اور اسلام نے اتحاد اور اخوت کا جو پیغام دیا' وہ مختصر عرصے میں سرحد' پنجاب' میرٹھ اور نواح دہلی تک پہنچ گیا[19] حتیٰ کہ راجہ داہر کا بیٹا جے سنگھ مشرف بہ اسلام ہو گیا[20]۔ یہ اسلام کے پیغام اخوت اور جذبہ ملی کا کرشمہ تھا کہ دنیا بھر میں اسلامی تعلیمات کا بول بالا ہوا۔ البیرونی لکھتا ہے:

> "اسلام کے ادارے کتنے زیادہ ترقی یافتہ ہیں' اور ہندو رسوم و قوانین کا تضاد اپنی تمام تر خرابیوں کی وجہ سے اتنا ناقص ہے کہ ان کا اسلام سے کوئی مقابلہ ہی نہیں ہو سکتا"[21]۔

اقبال نے قومی احساسات کو اس انداز میں موضوع سخن بنایا کہ عصری رجحانات کو ان میں اہم مقام حاصل ہے۔ اقبال کی آواز دنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کی آواز بن جاتی ہے۔ حضور ختم المرسلینؐ کے ساتھ ان کی دلی وابستگی اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ توحید و رسالت پر کامل ایقان کو ملی اتحاد کا اہم وسیلہ تصور کرتے تھے اور عشق رسولؐ کو مسلمانوں کے لئے ایسا نسخہ کیمیا سمجھتے تھے جو دلوں کو مرکز مہر و وفا کرنے کا ذریعہ ہے۔

مثل بو قید ہے غنچے میں' پریشاں ہو جا
رخت بردوش ہوائے چمنستاں ہو جا
ہے تنک مایہ تو ذرے سے بیاباں ہو جا
نغمہ موج سے ہنگامہ طوفاں ہو جا
قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمدؐ سے اجالا کر دے!

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو
چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو پھر مے بھی نہ ہو' خم بھی نہ ہو
بزم توحید بھی دنیا میں نہ ہو' تم بھی نہ ہو
خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے
نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

دشت میں' دامن کہسار میں' میدان میں ہے
بحر میں' موج کی آغوش میں' طوفان میں ہے
چین کے شہر' مراقش کے بیابان میں ہے

اور پوشیدہ مسلمان کے ایمان میں ہے
چشم اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعت شان رفعنالک ذکرک دیکھے!

مردم چشم زمیں' یعنی وہ کالی دنیا
وہ تمہارے شہدا پالنے والی دنیا
گرمی مہر کی پروردہ ہلالی دنیا
عشق والے جسے کہتے ہیں بلالی دنیا
تپش اندوز ہے اس نام سے پارے کی طرح
غوطہ زن نور میں ہے آنکھ کے تارے کی طرح

عقل ہے تیری سپر' عشق ہے شمشیر تری
مرے درویش! خلافت ہے جہاں گیر تری
ماسوی اللہ کے لئے آگ ہے تکبیر تری
تو مسلماں ہو تو تقدیر ہے تدبیر تری
کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا' لوح و قلم تیرے ہیں![22]

اقبال کی شاعری آفاقی صداقتوں سے سروکار رکھتی ہے اور تاریخ کی نسبت زیادہ موثر انداز میں فلسفیانہ اسلوب کو سامنے لاتی ہے۔ اقبال نے مقصد' دلچسپی اور دردمندی کو اس طرح یکجا کر دیا کہ ان کی شاعری جہد و عمل کی نقیب بن گئی۔ وہ اسلامی تہذیب سے اپنے افکار کو جلا بخشتے ہیں اور آزادی کی نعمت کو اتحاد کا ثمر قرار دیتے ہیں۔ اقبال نے یقین کو شعار بناتے ہوئے شعر و ادب کے وسیلے سے ادب کو وسیع معنی عطا کئے اور ان کی شاعری زندگی کے بارے میں ارفع شعور عطا کرتی اور بے حسی کی مسموم فضا کو ختم کر کے یقین کی برکات سے آشنا کرتی ہے۔

یقیں' مثل خلیل آتش نشینی
یقیں' اللہ مستی' خود گزینی
سن' اے تہذیب حاضر کے گرفتار!
غلامی سے بتر ہے بے یقینی!

ی کے حالات و واقعات ہمارے لئے تازیانہ عبرت ہیں۔ اقبال نے ملت اسلامیہ کو تاریخی حقائق سے آگاہ کرتے ہوئے انہیں اس بارے میں خبردار کیا کہ قومی یک جہتی کو اپنی ترجیحات میں شامل کریں کیونکہ شعوری حال ایک طرح سے کسی حد تک ماضی سے آگاہی کا نام ہے[23]۔ اقبال نے واضح کیا کہ قومی انداز فکر اور ملی سوچ کو پروان چڑھانے کے لئے بہت ریاضت کی ضرورت ہے۔

انہوں نے قوم کو لادینی عناصر کی سازشوں سے خبردار کیا اور واضح کیا کہ اگر قوم کو جدید عصری رجحانات کا ساتھ دینا ہے تو وہ ان تمام عوامل پر نظر رکھے جن کے باعث ملت اسلامیہ کو خلفشار کا سامنا کرنا پڑا۔ تاریخ کے بارے میں وہ پختہ شعور رکھتے تھے۔ ان کی شاعری سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے۔ وہ ملت اسلامیہ پر واضح کرنا چاہتے تھے کہ وہ تاریخی شعور سے کام لیں کیونکہ تاریخ بعض واقعات کے بیان کا نام نہیں بلکہ ان کے پس پردہ کارفرما عوامل کی تفہیم اور تجزیے کا نام ہے[24]۔ اقبال کا یہی اسلوب ملی وحدت کے تصور کو آگے بڑھاتا ہے۔

اقبال نے اس حقیقت کو کھل کر بیان کیا کہ قومی تشخص کو اجاگر کرنا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ ان کی وسعت نظر اور خیال و فکر کا پھیلاؤ ملت اسلامیہ کو درپیش مسائل پر محیط ہے' اور جب ان کے افکار کو وسیع تر تناظر میں دیکھیں تو ان کی سرحدیں آفاقیت کی حدود کو چھولیتی ہیں ۔

منفعت ایک ہے اس قوم کی' نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبیؐ' دین بھی' ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی' اللہ بھی' قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلماں بھی ایک
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

ایک عظیم اسلامی مفکر کی حیثیت سے اقبال نے وحدت اسلامی کو اپنے افکار کا محور بنایا۔ انکی شاعری کا منبع قرآن حکیم اور سنت نبوی ہے۔ جب کوئی قوم انتشار کا شکار ہوتی ہے تو اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ فکری سطح پر وہ تذبذب اور تشکیک کا شکار ہو جاتی ہے۔ اقبال نے اپنی شاعری میں اس بات کی خواہش ظاہر کی کہ تہران کو اگر عالم مشرق کے جنیوا کی حیثیت حاصل ہو جائے تو کرہ ارض کی تقدیر بدل سکتی ہے' اس کے اعجاز سے ملت اسلامیہ کے اتحاد کی راہ ہموار ہو سکتی ہے۔ اقبال کی یہ پیش بینی آج بھی ہمارے لئے بہت اہم ہے۔ اور فکر و نظر کو مہمیز کرتی ہے ۔

گرچہ دارد لا الہ اندر نہاد
از بطون او مسلمانے نژاد
آنکہ تخشد بے یقیناں رایقیں
آنکہ لرزد از سجود او زمیں
آنکہ زیر تیغ گوید لا الہ
آنکہ از خونش بروید لا الہ
لذت سوز و سرود از لا الہ
در شب اندیشہ نور از لا الہ
مومن و از رمز مرگ آگاہ نیست
در دلش لا غالب الا اللہ نیست

افکار اقبال کے غائر مطالعے سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ انہوں نے توحید پر کامل ایمان کو وحدت اسلامی کا موثر ترین وسیلہ قرار دیا۔ انہوں نے اسلام کو ایک مکمل ضابطہ حیات تسلیم کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ دل و نگاہ میں تسلیم کا جذبہ پیدا کیا جائے تاکہ ایسی سوچ پروان چڑھ سکے جو قومی یکجہتی کی راہ ہموار کرے۔ اقبال کا کلام ایسا مذہبی صحیفہ ہے جو ملت اسلامیہ کے اتحاد کا نقیب ہے۔

مرد میداں زندہ از اللہ ہوست
زیر پائے او جہان چار سوست
برخور از قرآں اگر خواہی ثبات
در ضمیرش دیدہ ام آب حیات
می دھد مارا پیام لا تخف
می رساند بر مقام لا تخف
قوت سلطان و میر از لا الہ
ہیبت مرد فقیر از لا الہ
تا دو تیغ لا والا داشتیم
ماسوی اللہ رانشاں نگذاشتیم
دارم اندر سینہ نور لا الہ
در شراب من سرور لا الہ

جب انسان رحمت باری کا خواستگار ہو اور اسے اپنے خالق کی عظمت کا یقین ہو تو وہ محتاج ملوک نہیں بن سکتا۔ یہ سوچ اسلامی انداز فکر کو تقویت بخشتی ہے اور مسلمان مصائب و آلام کے گرداب میں بھی اپنے رازق کی طرف دیکھتا ہے۔ وہ بے نیاز اپنے نیازمندوں کے لئے اپنا دست کرم کشادہ کر دیتا ہے۔ فرمان خداوندی ہے:

"تم جہاں بھی ہو وہ (اللہ) تمہارے ساتھ ہے"۔ (الحدید: 4)
"مجھے پکارو (مجھ سے مانگو) میں تمہاری دعا کو قبول کروں گا"۔ (المومنون: 6)"
وہ کون ہستی ہے کہ جب بے قرار آدمی اس کو پکارتا ہے تو اس کی سنتا ہے اور اس کی مصیبت دور کر دیتا ہے"۔ (النمل: 620)

اقبال نے ملت اسلامیہ کو قرآن میں تدبر کی تلقین کی ہے کیونکہ قرآن نے وحدت کا وہ پیغام دیا ہے جو تا ابد اذہان کی تطہیر و تنویر کا موثر ترین وسیلہ ثابت ہو گا۔

آں کتاب زندہ قرآن حکیم
حکمت او لایزال است و قدیم
نسخہ ای اسرار تکوین حیات
بے ثبات از قوتش گیرد ثبات

حرف او را ریب نے تبدیل نے
آیہ اش شرمندہ ای تاویل نے
نوع انساں را پیام آخریں
حامل او رحمتہ للعالمینؐ
ارج می گیرد ازو نا ارجمند
بندہ را از سجدہ سازد سربلند
گر توی خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بقرآں زیستن

اقبال کی شاعری میں اتحاد ملت کا تصور روح کی عظمت کا امین ہے۔ قوت متخیلہ اور احساسات کی رفعت کی بدولت عظمت خیال اور شدت جذبات کی وجدانی کیفیت قلب و نظر کو مسحور کر دیتی ہے۔ اتحاد کے بارے میں اقبال کی شاعری قومی درد سے معمور ہے اور مشاہدے کا تخیلاتی استعمال اپنے ترفع کی بدولت بہت اہمیت رکھتا ہے۔ انہوں نے اپنے پیغام کے ذریعے قوم کو حرکت و عمل کا پیغام دیا۔ وہ ماضی، حال اور مستقبل کے واقعات سے مزین ایک حسین گلدستہ اشعار کی صورت میں پیش کرتے ہیں اور امید کی فضا میں قومی وحدت کا پیغام سناتے ہیں ان کے افکار اسلامی تعلیمات سے کامل ہم آہنگی کے مظہر ہیں بلکہ بسا اوقات تو ان پر الہامی ہدایات کا گمان ہوتا ہے۔ ان کا استدلال حقائق کو اس طرح منکشف کرتا ہے کہ مثبت قومی سوچ پروان چڑھتی ہے۔

اے پسر ذوق نگہ از من بگیر
سوختن در لا الہ از من بگیر
لا الہ گوئی بگو از روے جاں
تا ز اندام تو آید بوے جاں
مہر و مہ گردد ز سوز لا الہ
دیدہ ام ایں سوز را در کوہ و کہ
ایں دو حرف لا الہ گفتار نیست
لا الہ جز تیغ بے زنہار نیست
زیستن با سوز او قہاری است
لا الہ ضرب است و ضرب کاری است

توحید و رسالت وہ اہم ذرائع ہیں جن کی بدولت وحدت اسلامی کا نصب العین حاصل ہو سکتا ہے۔ اقبال نے مسلمانوں کو حریت فکر کا درس دیتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ آزادی ایک بہت بڑی نعمت ہے اور اسے برقرار رکھنا قومی اتحاد ہی کے ذریعے ممکن ہے۔ اقبال نے تقلید کی روش کو خودکشی کے مترادف قرار دیا۔ وہ قدامت پسندی کے خلاف تھے۔ وہ سب کچھ جو ہمیں منتشر، نفاق اور اندھی تقلید کی طرف لے جانے کا باعث ہے، وہ یہی قدامت پسندی ہے[25]۔ اقبال

All rights reserved. ©2002-2006

کی ملی شاعری جس میں وحدت اسلامی کا تصور غالب ہے، فن کی اس معراج کو پہنچ گئی ہے جہاں حسیات کی آئینہ داری اور جذبات کی ترجمانی بہت نمایاں ہے۔ اعلیٰ شاعری کا وصف یہ ہے کہ وہ بلند ترین حکیمانہ افکار کی تفسیر اور عارفانہ حقائق کی تشریح کے اوصاف سے متصف ہوتی ہے[26]۔ اقبال کی شاعری نے اتحاد اور آزادی کے جذبات کو اس طرح مہمیز کیا کہ ملت اسلامیہ کے لئے یہ شاعری بانگ درا ثابت ہوئی۔

جو دونیِ فطرت سے نہیں لائقِ پرواز
اس مرغکِ بے چارہ کا انجام ہے افتاد
ہر سینہ نشیمن نہیں جبریلِ امیں کا
ہر فکر نہیں طائرِ فردوس کا صیاد
اس قوم میں ہے شوخیٔ اندیشہ خطرناک
جس قوم کے افراد ہوں ہر بند سے آزاد
گو فکرِ خداداد سے روشن ہے زمانہ
آزادیٔ افکار ہے ابلیس کی ایجاد

اقبال حریت فکر کو تو تحسین کی نظر سے دیکھتے ہیں مگر لادینیت اور الحاد پر مبنی باطل تصورات کو ہدف تنقید بناتے ہوئے ایسے مذموم خیالات کو شیطانی قرار دیتے ہیں۔ انہیں اس بات کی فکر ہے کہ مغربی تہذیب کی یلغار سے کہیں سادہ دل مسلمان گمراہ نہ ہو جائیں۔

آزادیٔ افکار سے ہے ان کی تباہی
رکھتے نہیں جو فکر و تدبر کا سلیقہ
ہو فکر اگر خام تو آزادیٔ افکار
انسان کو حیوان بنانے کا طریقہ!

انسانی زندگی بہت بڑی صداقتوں کا مرقع ہے۔ اگر انسان ان صداقتوں سے اثر قبول کرے تو اس کے جذبات و احساسات میں انقلاب برپا ہو سکتا ہے۔ اقبال کی شاعری نے صداقتوں کو اس طرح ذہنوں میں سمویا ہے کہ جذبوں اور خیال کو ایک نئی جہت نصیب ہوئی۔ اقبال کو احساس تھا کہ ہلاکت آفرینی کا یہ دور مسائل کے بارے میں سنجیدگی کا متقاضی ہے۔ فرد کی بے چہرگی اور عدم شناخت نے انسانیت کو ناقابل اندمال صدمات سے دوچار کر دیا ہے۔ اقبال نے اپنی تخلیقی فعالیت سے لاشعور کی تہوں میں ملت اسلامیہ کو ماضی کے تابناک واقعات کے عظیم الشان اثاثے کا احساس دلایا۔ مسلمانوں کا ماضی گواہ ہے کہ انہوں نے صرف اتحاد کے بل بوتے پر کامیابی اور کامرانی حاصل کی۔

ہے زندہ فقط وحدتِ افکار سے ملت
وحدت ہو فنا جس سے وہ الہام بھی الحاد
وحدت کی حفاظت نہیں بے قوتِ بازو

آتی نہیں کچھ کام یہاں عقل خداداد

موجودہ زمانے میں ہوس نے نوع انساں کو لخت لخت کر دیا ہے۔ آج فرد اخوت اور مروت کے جذبات سے عاری ہوتا جا رہا ہے۔ آمریت نے انسانی آزادی کو وہ چرکے لگائے ہیں کہ آج کا انسان اندر سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ ڈیلا امیڈے نے آمریت کی بیخ کنی پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:

"جس قوم کے تمام یا اکثر آزاد افراد آمریت کے جوئے کو محسوس نہیں کرتے'
وہ قوم آزادی کی کبھی مستحق نہیں ہوتی"[27]

اقبال نے حضور ختم المرسلینؐ کے اسوہ حسنہ کو ملت اسلامیہ کے اتحاد کا اہم ترین وسیلہ قرار دیتے ہوئے اس امر پر زور دیا کہ ملت اسلامیہ کو آج بھی اسے مشعل راہ بنانا چاہئے تاکہ صیہونی سازشوں کا قلع قمع ہو سکے اور ملت اپنی اجتماعی کاوشوں سے خوشحالی اور ترقی کے ثمرات سے مستفیض ہو۔

دین فطرت از نبیؐ آموختیم
در رہ حق مشعلے افروختیم
ایں گہر از بحر بے پایاں اوست
ما کہ یک جانیم از احسان اوست
تا نہ ایں وحدت ز دست ما رود
ہستی ما با ابد ہمدم شود
پس خدا برما شریعت ختم کرد
بر رسولؐ ما رسالت ختم کرد
رونق از ما محفل ایام را
او رسل را ختم و ما اقوام را
لا نبی بعدی ز احسان خداست
پردہ ای ناموس دین مصطفیؐ ست

اقبال اس حقیقت سے آگاہ تھے کہ مسلمانوں کے جملہ مصائب کا بنیادی سبب یہ ہے کہ بحیثیت قوم انہوں نے اپنی شناخت پر توجہ نہیں دی اور بتان رنگ و خوں کے طلسم میں گرفتار ہو کر باہم برسرپیکار ہیں۔ مسلمانوں کی اس باہمی آویزش کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہر لحاظ سے پسماندگی ان کا مقدر بن گئی۔ فرقہ واریت نے اس انتشار کو مزید ہوا دی۔ اقبال نے مسلمانوں کو متنبہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ سیرت پاک کے درخشاں پہلوؤں کو حرز جاں بنائیں اور دین و دنیا میں متحد ہو کر سرخرو ہوں۔

مصطفیؐ داد از رضائے او خبر
نیست در احکام دیں چیزے دگر
ہست دین مصطفیؐ دین حیات

شرع او تفسیر آئین حیات
گر زمینی آسماں سازد ترا
آنچہ حق می خواہد آں سازد ترا
خستہ باشی استوارت می کند
پختہ مثل کوہسارت می کند

امام حسینؓ نے دنیا کو انسانی آزادی کا عظیم الشان معیار فراہم کیا۔ انؓ کا یزید کی بیعت سے انکار واقعتاً حریت فکر کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ اگر دنیا بھر کے مسلمان اس بات پر متحد ہو جائیں کہ آزادی کو کسی قیمت بھی جبر کے تابع نہیں ہونے دیا جائے گا تو اسلامی دنیا میں انقلاب رونما ہو سکتا ہے۔ 61 ہجری میں میدان کربلا میں نواسہ رسولؐ نے ظالم و سفاک قوتوں کے سامنے جو موقف اختیار کیا وہ حریت ارادہ و فکر کو متحدہ نہج پر استوار کرنے کا ضامن ہے۔ اقبال کی شاعری میں اس واقعہ کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔ امام حسینؓ کی قربانی نے ملت کو انتشار سے بچا لیا اور جبر کو مسترد کر کے حق و انصاف کا علم بلند کرتے ہوئے' انہوں نے دنیا کے لئے لائق تقلید نمونہ پیش کیا۔

موسیٰ و فرعون و شبیر و یزید
ایں دو قوت از حیات آید پدید
زندہ حق از قوت شبیری است
باطل آخر داغ حسرت میری است
بر زمین کربلا بارید و رفت
لالہ در ویرانہ ہا کارید و رفت
تاقیامت قطع استبداد کرد
موج خون او چمن ایجاد کرد
بہر حق در خاک و خوں غلتیدہ است
پس بنائے لا الہ گردیدہ است
نقش الا اللہ بر صحرا نوشت
سطر عنوان نجات مانوشت
رمز قرآن از حسینؓ آموختیم
ز آتش او شعلہ ہا اندوختیم
مرد حر محکم ز ورد لا تخف
ما بمیداں سر بجیب' او سر بکف
مرد حر از لا الہ روشن ضمیر
می نگردد بندہ سلطان و میر
ما گدایاں کوچہ گرد و فاقہ مست

فقر او از لا الہ تیغے بدست
از شریعت احسن التقویم شو
وارث ایمان ابراہیمؑ شو

اقبال نے مسلمانوں کو تاریخ کے حوالے سے، احساس دلایا کہ وہ وحدت اسلامی کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں۔ اقبال نے برصغیر کے مسلمانوں کو متحد کرنے کا جو خواب دیکھا تھا، اس کی جغرافیائی تعبیر یہ ارض پاکستان ہے۔ پاکستان ایک شاعر کا تصور، ایک بہت بڑے فلسفی کا خواب اور عالم اسلام کے عظیم مصلح کا بے مثال کارنامہ ہے[28]۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ اقبال کے تصورات کو ملت اسلامیہ کے اجتماعی فائدے کے لئے روبہ عمل لایا جائے تاکہ مسلم دنیا انقلاب سے آشنا ہو۔ اقبال کا تفکر حریت شعور و آگہی کے اس جوہر سے مرجع ہے جو وحدت سے مزین ہے۔ اپنی نظم "پرندے کی فریاد" میں انہوں نے ایک غلام ملک کے باشندوں کی بے بسی بیان کی ہے۔

جب سے چمن چھٹا ہے یہ حال ہو گیا ہے
دل غم کو کھا رہا ہے غم دل کو کھا رہا ہے
آزاد مجھ کو کر دے، او قید کرنے والے
میں بے زباں ہوں قیدی تو چھوڑ کر دعا لے[29]

برصغیر میں مسلمان کی حکومت کو 1857ء میں ختم کرنے کے بعد فرنگی تاجر تاجور بن گئے غلامی نے اس چمن کی بہار خاک میں ملا دی۔ ملوکیت کو اقبال نے ابلیسی نظام کہا ہے، اور فرنگی استبداد کے خلاف مسلمانوں کو متحدہ کوشش کرنے کی ضرورت سے آگاہ کیا۔

اس میں کیا شک ہے کہ محکم ہے یہ ابلیسی نظام
پختہ تر اس سے ہوئے خوئے غلامی میں عوام

آج ہم دیکھتے ہیں کہ بوسنیا، کشمیر اور فلسطین میں اسی ابلیسی نظام کے کارپردازوں نے نہتے مسلمانوں پر قیامت ڈھا رکھی ہے۔ مسلمان انتشار کا شکار ہونے کے باعث اس لرزہ خیز اور اعصاب شکن صورت حال میں کوئی متفقہ لائحہ عمل طے کرنے سے قاصر ہیں۔ اقبال نے فرقہ واریت کا قلع قمع کرنے پر زور دیتے ہوئے مسلمانوں کو خبردار کیا کہ اس وقت عوام کی مشعل فرنگ کے ہاتھ میں ہے اور مسلمانوں کو باہمی جنگ و جدل سے فرصت نہیں۔

بجھ کے بزم ملت بیضا پریشاں کر گئی
اور دیا تہذیب حاضر کا فروزاں کر گئی

سرزمیں اپنی قیامت کی نفاق انگیز ہے
وصل کیسا، یاں تو اک قرب فراق انگیز ہے

یہی شیخ حرم ہے جو چرا کر بیچ کھاتا ہوں
گلیم بوذرؓ و دلق اویسؓ و چادر زہراؑ

اقبال نے فرنگی استبداد اور اس کے مکر کی چالوں کا پردہ فاش کیا اور مسلمانوں پہ زور دیا کہ وہ متحد ہو کر ظلم کے خلاف جہاد یا بغاوت کریں۔ سامراجی طاقتوں نے مسلمانوں کو اپنے قبیح ہتھکنڈوں سے انتشار کا شکار کر دیا۔ اقبال اتحاد اور یکجہتی کے علمبردار ہیں' انہوں نے مغربی طاقتوں کی ریشہ دوانیوں کو مسلمانوں کے لئے تباہ کن قرار دیتے ہوئے کہا۔

علاج آتش رومی کے سوز میں ہے ترا
تری خرد پہ ہے غالب فرنگیوں کا فسوں

اگرچہ ہے دلکشا بہت حسن فرنگ کی بہار
طائرک بلند بال دانہ و دام سے گزر

من کی دنیا میں نہ پایا میں نے افرنگی کا راج
من کی دنیا میں نہ دیکھے میں نے شیخ و برہمن

وہ آنکھ کہ ہے سرمہ افرنگ سے روشن
پرکار و سخن ساز ہے نم ناک نہیں ہے

برا نہ مان' ذرا آزما کے دیکھ اسے
فرنگ دل کی خرابی' خرد کی معموری

اور اس حقیقت پر زور دیا کہ اسلامی اتحاد ہی ہماری بقا اور استحکام کا ضامن ہے۔ یہ اقتضائے وقت بھی ہے اور اسلامی تعلیمات کا ماحصل بھی یہ قوم کے تمام مسائل کا حل بھی ہے اور دشمن کے لئے تباہی کا پیغام بھی۔ اتحاد ہی ہماری تقدیر بدل سکتا ہے۔

تعصب چھوڑ ناداں! دہر کے آئینہ خانے میں
یہ تصویریں ہیں تیری جن کو سمجھا ہے برا تو نے

محبت ہی سے پائی ہے شفا بیمار قوموں نے
کیا ہے اپنے بخت خفتہ کو بیدار قوموں نے

اس وقت ہم اکیسویں صدی کی دہلیز پر کھڑے ہیں۔ اقبال نے اپنے کلام میں جن دائمی صداقتوں کا ذکر کیا ہے' وہ وحدت اسلامی کی ضامن ہیں۔ ملت اسلامیہ کا فرض ہے کہ وہ اقبال کے افکار کی قدر کرے اور انتشار سے گلو خلاصی حاصل کر کے ملی اتحاد کو نصب العین بنائے۔ عالم

اسلام کے اس عظیم فلسفی کا یہ پیغام ہر مسلمان کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔

یہی مقصود فطرت ہے' یہی رمز مسلمانی
اخوت کی جہاں گیری' محبت کی فراوانی
بتان رنگ و خوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تورانی رہے باقی' نہ ایرانی نہ افغانی![30]

✢ ✢ ✢

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

حواشی

1- محمد احمد خان : اقبال کا سیاسی کارنامہ' اقبال اکادمی پاکستان' لاہور طبع اول 1977ء ' صفحہ 855
2- سلیم احمد : اقبال ایک شاعر' کتاب گھر' لاہور پہلی بار 1398ھ ' صفحہ 104
3- یوسف حسین خان (ڈاکٹر) : روح اقبال' آئینہ ادب' لاہور اشاعت اول 1963ء' صفحہ 202
4- این میری شمل (پروفیسرڈاکٹر): شہپر جبریل' گلوب پبلشرز' لاہور 1985ء' صفحہ 119
5- جاوید اقبال (ڈاکٹر جسٹس) : شذرات فکر اقبال' مترجمہ ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی' مجلس ترقی ادب' لاہور طبع اول 1983ء' صفحہ 85
6- طہ حسین (ڈاکٹر) : "اقبال"' مضمون مشمولہ صحیفہ اقبال' مرتبہ یونس جاوید' بزم اقبال' لاہور طبع اول 1986ء' صفحہ 469
7- عبداللہ (ڈاکٹر سید) : مسائل اقبال' مغربی پاکستان اردو اکیڈمی' لاہور اشاعت دوم' 1987ء' صفحہ 343
8- محمد ریاض (ڈاکٹر): افادات اقبال' مقبول اکیڈمی' لاہور' اشاعت اول' 1983ء' صفحہ 90
9- رئیس احمد جعفری : اقبال اور سیاست ملی' اقبال اکادمی' لاہور' اشاعت دوم' 1981ء' صفحہ 456
10- محمد اقبال (علامہ ڈاکٹر) : کلیات اقبال اردو' ضرب کلیم' اقبال اکادمی پاکستان' لاہور اشاعت اول 1990ء' صفحہ 37
11- عبدالحمید (ڈاکٹر) : اقبال بحیثیت مفکر پاکستان' اقبال اکادمی' پاکستان' لاہور' طبع اول 1977ء' صفحہ 90
12- فتح محمد ملک (پروفیسر): اقبال --- فکر و عمل' بزم اقبال' لاہور' طبع اول جون 1985ء' صفحہ 47
13- محمد اقبال (علامہ ڈاکٹر) : کلیات اقبال اردو' بانگ درا' اقبال اکادمی پاکستان' لاہور' اشاعت اول 1990ء' صفحہ 171
14- سلیم اختر (ڈاکٹر) : اقبالیات کے نقوش' اقبال اکادمی پاکستان' لاہور' طبع اول' 1977ء' صفحہ 210
15- عبدالحکیم (خلیفہ ڈاکٹر): فکر اقبال' بزم اقبال' لاہور' طبع چہارم' 1968ء' صفحہ 758
16- میاں بشیر احمد : اقبال اور اہل پاکستان' مضمون مشمولہ مقالات یوم اقبال مرتبہ یعقوب توفیق' اولڈ راو ینزایسوسی ایشن'' 1967ء' صفحہ 81

17- علی خامنہ ای سید : "مشرق کا بلند ستارہ -- اقبال" مضمون مشمولہ اقبالیات' لاہور' جلد 27' شمارہ 4' جنوری 1987ء' صفحہ 24

18- اشتیاق حسین قریشی (ڈاکٹر) : برعظیم پاک و ہند کی ملت اسلامیہ' اردو ترجمہ ہلال احمد زبیری' جامعہ کراچی' اشاعت دوم 1983ء' صفحہ 222

19- جمیل جالبی (ڈاکٹر) : تاریخ ادب اردو' جلد اول' مجلس ترقی ادب' لاہور طبع دوم 1984ء' صفحہ 11

20- محمد اکرام شیخ (ڈاکٹر): آب کوثر' فیروز سنز لیمٹڈ' لاہور' طبع پنجم' مارچ 1965ء' صفحہ 27

21- عبیداللہ قدوسی : آزادی کی تحریکیں' ادارہ ثقافت اسلامیہ' لاہور' طبع اول 1988ء' صفحہ 20

22- محمد اقبال (علامہ ڈاکٹر) : کلیات اقبال اردو' بانگ درا' اقبال اکادمی پاکستان' لاہور اشاعت اول 1990ء' صفحہ 221,220

23- جمیل جالبی (ڈاکٹر) : ادب کلچر اور مسائل' رائل بک کمپنی' کراچی' اشاعت اول 1986ء' صفحہ 68

24- جمیل جالبی (ڈاکٹر): ادب کلچر اور مسائل' صفحہ 383

25- محمد علی صدیقی: مضامین' ادارہ عصر نو' کراچی' پہلا ایڈیشن 1991ء' صفحہ 16

26- محمد ہادی حسین : شاعری اور تخیل' مجلس ترقی ادب' لاہور' طبع اول' فروری 1966ء' صفحہ 11

27- وارث میر (پروفیسر) : حریت فکر کے مجاہد' جنگ پبلشرز' لاہور' اشاعت اول' جنوری 1989ء' صفحہ 155

28- شمیم احمد: زاویہ نظر' روبی پبلشرز' جناح روڈ' کوئٹہ' 1987ء' صفحہ 226

29- محمد اقبال (علامہ ڈاکٹر) : کلیات اقبال اردو' بانگ درا' اقبال اکادمی پاکستان' لاہور' اشاعت اول 1990ء' صفحہ 69

30- محمد اقبال (علامہ ڈاکٹر) : کلیات اردو' بانگ درا' اقبال اکادمی پاکستان' لاہور' اشاعت اول' 1990ء' صفحہ 300

✢ ✢ ✢